

خطبہ حجۃ الوداع : منشور انسائٹ

ضیاء الحق

ذوالحجہ سنہ ہجری مطابق فروری ۱۳۲۶ء میں ہمارے بنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس کو خطبۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس خطبے کو اسلامی تاریخ اور اسلامی ادب میں ایک نہایت ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس خطبہ کی تفصیلاً سیرت، تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اس مضمون میں ہم اس خطبہ کا اختصار کے ساتھ جائزہ لے کر یہ معلوم کریں گے کہ یہ خطبہ ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے کیا اساسی اصول اور ضوابط فراہم کرتا ہے۔ وہ کون سے بڑے معاشرتی اصول ہیں جو اس خطبے سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ اس سے پیشتر کہ ہم ان اصولوں پر بحث کریں اور ان کے باہمی ربط اور تعلق کی نشاندہی کریں۔ خطبۃ الوداع کا پورا متن دیا جاتا ہے جو کہ ابن ہشام کی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے بلکہ

لے قال ابن اسحاق: ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وسلم على حجة فأتى الناس مناسكهم، وأعلمهم سنن حجهم، وخطب الناس خطبته التي بَيَّنَّ فيها ما بين فحيد الله وأثنى عليه ثم قال: أيها الناس اسمعوا قولي، فإني لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا بهذا الموقف أبداً، أيها الناس إن دماءكم وأموالكم عليكم حرام إلى أن تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا، وكحرمة مثركم هذا. وانكم ستلقون ربكم فيسألكم عن أفعالكم، وقد بلغت مني كانت عند أمانة فليؤدّها إلى من ائتمن عليها، وإن كل رباٌ مَنوع ولكن لكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون، قضى الله أنه (باقی الکلمہ صفری)

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کی غرض سے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے لوگوں کو ان کے مناسک بتائے، حج سے متعلق سنن سمجھائے۔ اور آپؐ نے لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

وَكُنْتُمْ صَفْوَةً آتَتْ، لَارِبَا، وَإِنْ رِبَاعِيَّاسَ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ مَوْضُوعَ كَلِمَةٍ، وَإِنْ كُلِّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَ، وَإِنْ أَوَّلِ دَمَائِكُمْ أَضَعُ دَمَ ابْنِ رِبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ، وَكَانَ مَسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثَ فَقَتَلْتَهُ هَذِيلُ، فَهُوَ أَوَّلُ مَا أَبْدَأُ بِهِ مِنْ دَمَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، أَمَا لَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدِغَسَ (مَنْ) إِنْ يَعْبُدْ بِأَرْضِكُمْ هَذِهِ أَبَدًا، وَلَكِنَّهُ إِنْ لَطَعَ فَيَسْأَلُ سَوَى ذَلِكَ فَقَدْ رَضِيَ بِهِ مَا تَحْقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَاحْذَرُوا عَلَى دِينِكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ، إِنْ النَّسَى زِيَادَةً فِي الْكُفْرِ لِيُضِلَّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَحْلُونَهُ عَامًّا وَيَحْرُمُونَهُ عَامًّا لِيُؤْطُوا أَعْدَاءَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَحْلُوا مَا حَرَّمَ وَيَحْرُمُوا مَا أَحَلَّ اللَّهُ وَإِنْ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَإِنْ عِدَّةُ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ثَلَاثَةٌ مَتَوَالِيَةٌ وَرَجَبُ مَضَرَ الَّذِي بَيْنَ جَبَادِي وَشُعَيْبٍ، أَمَا لَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنْ لَكُمْ عَلَى نِسَاءِكُمْ حَقًّا وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا، لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُؤْطَيْنَ فَرَشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، وَعَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يَأْتِيَنَّ بِمَا حَشَى مَبِيتُهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذَنَ لَكُمْ أَنْ تَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوهُنَّ ضَرْبَ غَيْرِ مَبْرُوحٍ. فَإِنْ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ عَنْكُمْ عَوَانٍ لَا يُمْكِنُ لَأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا، وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ فَاعْقِلُوا أَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِي، فَإِنِّي قَدْ بَلَغْتُ وَتَدْرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا (أَمْرًا بَيْنَنَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ. أَيُّهَا النَّاسُ) سَمِعُوا قَوْلِي وَاعْقِلُوا، تَعْلَمُونَ أَنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخٍ لِمُسْلِمٍ، وَأَنَّ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَةٌ. فَلَا يَحِلُّ لِأَمْرِيٍّ مِنْ أَخِيهِ (بَاقِي الْكَلِمَةِ صَفْحَةِ ۲۰۵)

”اے لوگو! میری بات سنو۔ مجھے معلوم نہیں، شاید اس سال کے بعد اس مقام پر تم سے بھی کبھی ملاقات نہ ہو سکے۔ اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال (قیامت تک کے لئے) اب تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اور اس مہینے کی حرمت تمہارے لئے ہے اور بے شک تمہیں عنقریب اپنے رب سے ملنا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا اور میں نے (اس کا پیغام) پہنچا دیا ہے۔ اس لئے جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ امانت والے کو اسے واپس کر دے۔ تمام ربا ختم کیا جاتا ہے لیکن (قرض پر دی ہوئی) اصل رقیں تمہاری ہیں۔ اس طرح نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ بے شک عباس ابن عبدالمطلب کا ربا (جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے ذمہ تھا) تمام کا تمام ختم کیا جاتا ہے

رُكُوتُهُ سَوَاءٌ لَّكَ، إِلَّا مَا أُعْطِيَ عَنْ طَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ فَلَا تَظْلِمَنَّ أَنْفُسَكُمْ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتَ فَذَكِّرْني ان النَّاسَ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”اللَّهُمَّ اشْهَدْ“

ابن ہشام۔ سیرۃ النبی، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ قاہرہ۔ جلد ۴ ص ۲۷۵-۲۷۶

خطبے کی تفصیلات اور دوسری روایات کے لئے ملاحظہ ہو:

طبری: تاریخ الرسل والملوک۔ طبع بریل لیڈن ۱۹۶۳، جلد ۴ ص ۱۷۵۳-۱۷۵۵

ابن سعد: کتاب الطبقات الکبریٰ، طبع بریل لیڈن ۱۳۲۵ھ، بحری جلد ۲ ص ۱۳۲-۱۳۳

محمد ابن عمر الواقدی: کتاب المغازی، تحقیق مارسلن جونس، طبع جامعہ آکسفورڈ ۱۹۶۶ء

جلد ۳، ص ۱۱۰۳۔

بخاری: الجامع الصحیح: کتاب الحج

البوداؤد سنن۔ طبع مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ ۱۳۷۱/۱۹۵۲ جلد ۱ ص ۴۴۲

لے ربا کی تحریف مندرجہ ذیل قرآنی آیات میں آئی ہے:

سورۃ آل عمران: آیت ۱۳۰

سورۃ بقرہ: آیات ۲۷۵-۲۷۸

سورۃ الروم: آیت ۳۹

سورۃ النساء: آیت ۱۶۱

اور وہ تمام خون جو زمانہ جاہلیت میں بہا ختم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا خون جو میں ختم کرتا ہوں وہ (میرے رشتہ دار) (ایاس) ابن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا تھا وہ بنو لث میں زیر پرورش تھے کہ بنو ہذیل نے انہیں قتل کر دیا۔ سو جاہلیت کے خونوں میں سے یہ پہلا خون ہے جس کو میں ختم کرتا ہوں (اور اس کا کوئی انتقام نہیں چاہتا) اما بعد۔ اے لوگو! بے شک شیطان اب اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ آئندہ کبھی اس زمین پر اس کی پرستش ہوگی لیکن اگر اس کی کہیں اطاعت ہوئی بھی تو وہ حقیر چیزوں میں ہوگی جس سے وہ راضی ہو جائے گا۔ اپنے دین کی حفاظت میں شیطان سے چوکے رہو۔

اے لوگو! بے شک نسبی (حرمت کے مہینوں کو ملتوی کرنا) کفر میں زیادتی تھی۔ اس سے کفار گمراہ ہوتے تھے۔ وہ کسی سال تو اسے حلال قرار دیتے تھے اور کسی سال حرام بتا کر وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حرمت کے زمانے کو تو پورا کریں اور اس طرح وہ اللہ نے جو حلال کیا تھا اس کو حرام اور جو حرام کیا تھا اس کو حلال قرار دیتے تھے اور بے شک وقت اپنی اس حالت پر آگیا ہے جو کہ اس دن تھی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ تین مسلسل اور رجب (مضر) جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

اما بعد۔ اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور ان کا تم پر حق ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تم سے وفاداری کریں۔ کوئی کھلی بے حیائی کی بات نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کر گزریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان سے جنسی تعلق ختم کر دو اور انہیں ایسی ضرب دو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ وہ باز آجائیں تو انہیں ان کی خوراک اور لباس مروجہ دستور کے مطابق دیتے رہو۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرو، وہ تو بے چاری تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ انہیں اپنے بڑے بھلے کا بھی اختیار نہیں ہے بلکہ تم نے ان کو خدا کے

لے فی انھم عندکم عوان لا یملک لانیفسھن شیئاً۔ یہاں عوان عانیۃ کی جمع ہے یعنی قیدی عورتیں۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ العوانی کا لفظ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

پیمان کے ساتھ اپنایا ہے اور ان کو اپنے اوپر خدا کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے۔

اے لوگو! میری بات کو گرہ میں باندھ لو۔ میں نے خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور تمہارا درمیان میں ہیں اور واضح امر، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم مضبوطی سے اس پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اے لوگو! میری بات کو سنو اور گرہ میں باندھ لو۔ یہ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے، الا یہ کہ وہ خود اسے اپنی مرضی سے اسے دے دے۔ پس اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے اللہ، بے شک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ گواہ رہنا۔

تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتابوں میں خطبۃ الوداع سے متعلق احادیث بعض اصنافوں کے ساتھ بھی آئی ہیں۔ مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ اے لوگو۔ تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی پر (نسلی لحاظ سے) کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ نہ (رنگ کے اعتبار سے) گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر کوئی فوقیت ہے۔ فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔۔۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں سے یہ بھی فرمایا: "اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرو۔"

(گزشتہ صفحے سے آگے) اس لئے کہ بے چاری عورتوں پر ظلم ہوتا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جاتی (والعافی النساء لانہن یظلمن فلا یتصرون) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت ۱۹۵۶/۱۳۷۹ جلد ۱۵، ص ۱۰۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ میں عنوان کا لفظ اس زمانے کی ایک حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ جواز کے طور پر کرنا یعنی عورتیں مردوں کی قیدی ہیں صحیح نہیں۔

اے مسند امام احمد ابن حنبل (قاہرہ ۱۳۱۳ھ ہجری، جلد ۵، ص ۴۱۱)

”اے لوگو! تم نیکے حبشی غلام کی بھی اطاعت کرو اگر اس کو تمہارا امیر بنایا گیا ہو بشرطیکہ وہ تم میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے۔“

”اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ ان کو وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور تم انہیں معاف نہ کرنا چاہو تو خدا کے ان بندوں کو بیچ ڈالو۔ ان پر سختی نہ کرو۔“

یہ جامع خطبہ اسلامی معاشرت کے لئے تین نہایت اہم اور اساسی اصول فراہم کرتا ہے۔

۱۔ معاشی آزادی اور نظامِ ربا کا خاتمہ۔

۲۔ اخوت

۳۔ معاشرتی ذمہ داری۔

معاشی آزادی اور اخوت

اسلام کے نزدیک دولت کی پیداوار اور تقسیم، روزمرہ کی معاشی ضروریات و احتیاجات کسبِ حلال، امانت اور وعدے کا پاس، عرضیکہ انسانوں کے باہمی معاشی تعلقات وہ بنیادی اعمال ہیں جن کا معاشرت و اخلاق سے گہرا ربط ہے۔ ایسی معیشت جس میں ایک انسان دوسرے انسانوں کی ضرورت و محنت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے لئے سرمایہ اور دولت اکٹھی کر لیتا ہے جائز نہیں۔ اسلام نے ایسے استحصالی نظامِ معیشت کو ربا سے تعبیر کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ربا کا کاروبار عام تھا جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے ذمہ ایک مدت کے لئے کوئی قرض ہوتا تھا۔ جب یہ مدت ختم ہو جاتی تو سرمایہ دار مقروض سے کہتا کہ وہ قرض ادا کرتا ہے یا سود کا معاملہ کرتا ہے۔ اگر وہ قرض ادا کر دیتا تو اپنی رقم لے لیتا۔ اگر وہ مہلت چاہتا تو اس پر سود بڑھا دیتا اور مدت بھی بڑھا دیتا۔

لے ابن سعد، کتاب الطبقات الکبریٰ، جلد ۲، ص ۱۳۲-۱۳۳

لے وحدثنیٰ مالک عن زید بن اسلم، انه قال کان الربا فی الجاہلیۃ ان یکون للرجل علی الرجل الحق الی اجل فاذا حل الاجل قال: ائتقنی اُم تری؟ فان قعی، اخذ۔ والا زادہ فی حقم۔ وَاخْرَعْنَه فِی الْاَجَلِ

۴۴۲-۴۴۳

مالک ابن انس الموطا۔ تحقیق محمد فواد عبد الباقی۔ عیسیٰ البانی الجلی، طبع قاہرہ ۱۳۷۰/۱۹۵۱ء جلد ۲، ص

قرآن نے ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جاہلیت کا تمام ربا اور سودی کاروبار ختم کیا جاتا ہے۔ قرض پر دی ہوئی اصل رقیں ہی واپس ہو سکتی ہیں۔ ان پر کوئی سود یا بڑھوتری اب نہیں لی جاسکتی۔ اس طرح نہ ظالموں کا کوئی طبقہ پیدا ہوگا اور نہ ہی مظلوموں کا۔ عباس ابن عبدالمطلب کا سودی کاروبار جاہلیت کے زمانہ میں بہت وسیع تھا۔ حضور پاکؐ نے ان کے تمام ربا کو ختم کر دیا۔

درحقیقت معاشی انصاف، اخوت اور آزادی اسلامی اخلاقیات کا خاص موضوع ہیں۔ ایسا کاروبار اولین دین جس میں نا انصافی اور دھوکے کا احتمال ہو جائز نہیں۔ امت مسلمہ کا اجتماعی ارتقاء مدینہ میں ایک باہم مربوط معاشرے کی صورت میں ہوا۔ اس معاشرے میں معاشی فوائد تمام مسلمانوں کے لئے یکساں تھے تاکہ امت مستحکم ہو کر اپنے اندرونی اور بیرونی اعداء سے پوری طرح نمٹ سکے۔ دولت کے وسائل کو مال المسلمین کا نام دیا گیا۔ لیکن اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ دولت کے تمام ذرائع اور پیداوار کے وسائل اجتماعی ملکیت کے حوالے کر دیئے گئے۔ اس وقت کے حالات میں ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت وسائل پیداوار کی اجتماعی ملکیت کا تصور (آجکل کی سیاسی اصطلاح کے مطابق) موجود نہ تھا۔ اس کے باوجود ربا جیسے سودی کاروبار، مخابرت اور مزارعت جیسے استحصالی زرعی نظام کو ضرور ممنوع قرار دیا گیا۔

۱۔ ابوداؤد سنن ج ۲، ص ۲۱۹

۲۔ احادیث کے تمام مجموعوں میں باب المزارع والمساقاة کے ذیل میں مخابرت اور مزارعت کی ممانعت کے متعلق تفصیلات موجود ہیں: حضرت جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص مخابرہ کے عمل کو نہ چھوڑے اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ (من لم یذر المخابرة فلیأذن بحرب من الله ورسوله)

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا۔ زید ابن ثابتؓ سے پوچھا کہ مخابرہ کیا چیز ہے؟ اس نے فرمایا کہ زمین کو نصف یا تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کسی (مزارع) کو کاشت کے لئے دینا۔ ابوداؤد سنن ج ۲، ص ۲۳۵

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ربا اور مخاریت انسانی اخوت اور آزادی کے سراسر خلاف ہیں ان دونوں نظاموں میں ایک انسان دوسروں کی ضرورت اور محنت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے معاشرے کی دولت پر قابض ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں سیاسی، ثقافتی، معاشی اور تعلیمی آسائش اور سہولتیں صرف چند خوش قسمت افراد کا مقدر بن جاتی ہیں۔ اس کے برعکس افلاس، جہالت اور تمام ثقافتی اور تہذیبی محرومیاں جو استحصالی نظاموں کا ثمرہ ہیں مظلوم اور محروم انسانوں کا مقدر بن جاتی ہیں۔ جب تک معاشرے کی دولت میں تمام افراد معاشرہ کو برابر کا شریک نہ کیا جائے۔ اور ان کی احتیاجات، بنیادی ضرورتوں اور آسائشوں کا خیال نہ رکھا جائے۔ اسلامی اخوت ایک بے معنی اور بے مقصد چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ اخوت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ نہ صرف یکسانیت وحدت اور یکانیت کو مستحکم کیا جائے بلکہ معاشی نا انصافیوں، ظلم وجور، لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کو ختم کر کے صحیح معنوں میں اتحاد اور اخوت قائم کی جائے تاکہ انسانوں میں معاشی تقابوت برپا نہ پائے انما المؤمنون اخوة کوئی مابعد الطبیعیاتی نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس معاشرتی اور معاشی حقیقت ہے۔ اخوت، آزادی اور معاشرتی ذمہ داری وہ اصول ہیں جو مسلمان معاشرے کو باہم مربوط رکھتے ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اور ارفع اقدار ہیں جن کے بغیر نہ کوئی معاشرہ پنپ سکتا ہے نہ کوئی تہذیب پروان چڑھ سکتی ہے اور نہ ہی افراد اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔

معاشرتی ذمہ داری

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس اصولوں کی نشان دہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمائی ہے، ان میں سے کسی ایک اصول کا وجود دوسرے اصولوں کے بغیر ممکن نہیں۔ استحصالی معاشی نظام کو ختم کئے بغیر اخوت اور محبت محض واہمہ ہیں۔ اخوت و مساوات کی غیر موجودگی میں انسانی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس حالت میں آزادی اسی شخص یا جماعت کے لئے مفید ہوگی جس کے ہاتھ میں معاشی اور سیاسی طاقت ہو۔ معاشی لحاظ سے کمزور اور سیاسی اعتبار سے ضعیف انسانوں کے لئے آزادی رحمت ثابت ہوتی ہے اور جو افراد معاشی اور سیاسی لحاظ سے آزاد نہ ہوں ان میں معاشرتی ذمہ داری کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا۔ بنیادی ضرورتوں سے محروم، تعلیم سے بے بہرہ، ثقافت و تہذیب سے نا آشنا انسان میں نہ سیاسی

شعور پیدا ہو سکتا ہے، نہ اسے اپنی مٹھری ذمہ داریوں، قومی تقاضوں اور اجتماعی مفادات اور دینی ضرورتوں کا احساس ہو سکتا ہے۔ یہی حال عورتوں کے حقوق کا ہے۔ کسی معاشرے کی ترقی کا اندازہ وہاں کی عورتوں کی سماجی حالت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مظلوم اور بے بس انسان جسے بنیادی حقوق تک نہ ملے ہوں، جس کی ضروریات و احتیاجات تک پوری نہ ہوتی ہوں، آخر کار جسے ہو جاتا ہے۔ یہ بے حسی اور سرد مہری بے شمار برائیوں کا باعث بنتی ہے۔ یہی بے حسی اور غیر ذمہ داری عورتوں سے بدسلوکی، فحاشی اور جنسی جرائم کی صورتوں میں نمودار ہوتی ہے۔ عورتیں معاشرے کی اساس ہوتی ہیں۔ نسلوں کی تعلیم و تربیت، ثقافت و تہذیب کی آبیاری انہیں کے ذریعے ہوتی ہے۔ چنانچہ عورتوں سے بہتر سلوک کی خاص طور پر تلقین کی ہے۔ سنن ابوداؤد میں تین جگہ ایسی الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ "فالتقوا اللہ فی النساء فانکم انھن عظامکم الذاتن علیکم"۔ یعنی عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اپنا یا ہے۔

اسلام نے جس طرح نسلی امتیازات کو مٹایا ہے، اس کی مثال کسی دوسرے مذہب اور تہذیب میں نہیں ملتی۔ نہ عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ فضیلت اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی خدا تعالیٰ کا ڈر اور احساس ذمہ داری، اخوت، تقویٰ اور معاشرتی ذمہ داری وہ اصول ہیں جو مسلمان معاشرے کو دوسرے معاشروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ آج کل امریکہ، یورپ اور افریقہ میں نسل اور رنگ کے امتیازات کے نام پر انسانیت پر جو ظلم ہو رہا ہے، اس سے ہر باخبر انسان واقف ہے۔ مگر مسلمان معاشرے میں ایسے مصنوعی امتیازات کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

اس خطبہ کے اس مختصر سے جائزہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاشرتی و معاشی آزادی، اخوت اور ذمہ داری کے اصول اور ضوابط ہی ایک صالح معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے ان اعلیٰ و ارفع اقدار کو اپنے خطبہ مبارکہ میں جس بلاغت کے ساتھ بیان کیا ہے انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپؐ نے جو نکتے پیش فرماتے ہیں وہ دراصل قرآن حکیم کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم (آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا) کی تفسیر ہے۔